عملی میدان میں فتح حاصل کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کو کیا کرنا چاہیئے

(فرمودہ ۲۸ ؍جولائی ۱۹۳۹ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''قریباً دو سال ہوئے کہ مَیں نے اسی موسم کے قریب قریب اس بات پر خطبات بیان کئے تھے کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ عقیدہ کے طور پر تو جماعت احمدیہ کو دوسرے مذاہب پر کلّی فضیلت حاصل ہو چکی ہے لیکن عملی لحاظ سے ہماری فتح مکمل نہیں ہوئی ۔مَیں نے بتایا تھا کہ قریباً قریباً وہ تمام عقائد جن کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا اور جن کی بناء پر جماعت کی مخالفت کی جاتی تھی اب آہستہ آہستہ تعلیم یافتہ طبقہ بلکہ خود علماء کے طبقہ میں رائج ہو رہے ہیں اور وہی باتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ یہ کفر اور الحاد ہے آج تعلیم یافتہ لوگ اور علماء انہیں ایسی سادگی سے بیان کرتے ہیں کہ گویا ہمیشہ سے ہی یہ ان میں رائج تھیں ۔سب سے بڑا عقیدہ جو زیر بحث تھا وہ وفاتِ مسیح کا عقیدہ ہے مگر اب یہ عقیدہ قریباً تمام تعلیم یافتہ مسلمانوں کا ہے اور علماء سے بھی جب اس پر بحث کرنے کو کہا جائے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اچھا مان لیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ۔اسے چھوڑو اور آگے چلو۔ سیدھے سبھاؤ تو ان کے لئے اس کا اقرار مُشکل ہے اس لئے وہ ایسی باتوں سے اس کو ٹال دیتے ہیں۔

وہ گھر میں تو آتے ہیں مگر اس دھوبی کی طرح جو روٹھ کر گھر سے گھاٹ پر چلا گیا اور کہہ گیا کہ مَیں واپس نہیں آؤں گا۔ شام تک تو وہ انتظار کرتا رہا کہ شائد کوئی منانے آئے گا مگر رشتہ دار بھی اس کے روز روز کے رُوٹھنے سے تنگ آ چکے تھے۔ اُنہوں نے بھی کہا کہ اب اسے نہیں منائیں گے۔ شام کو جب سے بھُوک لگی اور یہ بھی پریشانی لاحق ہوئی کہ رات کہاں بسر کروں گا؟ تو اس نے بیل کو چھوڑ دیا اور خود اس کی دُم پکڑ لی۔ دھوبی کا بیل گھاٹ سے گھر ہی جانے کا عادی ہوتا ہے وہ گھر کو چل پڑا اور یہ پیچھے پیچھے اس کی دُم پکڑے ہوئے چلتا گیا اور ساتھ ساتھ یہ کہتا رہا کہ یار چھوڑ بھی دے مَیں گھر نہیں جانا چاہتا۔ زبردستی کیوں لے جا رہا ہے؟ یہی حال ان علماء کا ہے یہ ادھر تو کُفر کے فتوے لگا چکے ہوئے ہیں اس لئے اب یہ تو نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں مگر اس طرح کہتے ہیں کہ اچھا مان لیا وہ فوت ہو گئے یہ کونسی بڑی بات ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر یہ کوئی بات نہ تھی تو کفر کے فتوے لگانے کی کیا ضرورت تھی۔

اِسی طرح عصمتِ انبیاء کا مسئلہ ہے۔ اب تم مولویوں سے یہ نہیں سُنو گے کہ وہ انبیاء کے گناہوں کی تفصیل بیان کرتے ہوں۔ یہ شہری علماء کا ذکر ہے کوئی اجڈ مولوی ایسی باتیں کرتا ہو تو یہ علیحدہ بات ہے۔ اسی طرح اَور بہت سے مسائل ہیں مثلاً نسخِ قرآن کا مسئلہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام آیات سے استدلال فرمایا ہے جن کو علماء منسوخ شُدہ قرار دیتے تھے۔ آپ نے اس طرح تو بحث نہیں کی کہ قرآن کریم کا کوئی حصّہ نسخ شُدہ ہے یا نہیں مگر آپ نے منسوخ قرار دی جانے والی آیات کی نہایت اعلیٰ درجہ کی تفاسیر بیان فرما کر بتا دیا ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہیں۔ بلکہ آپ نے بعض دعاوی کی بنیاد انہی آیات پر رکھی ہے جن کو منسوخ قرار دیا جاتا تھا اور اب یہ حالت ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان اور مصنّفین قرآن میں نسخ کا ذکر بھی نہیں کرتے۔

اسی طرح اَور بہت سے مسائل ہیں جن میں مسلمان دوسروں کے مقابلہ میں پیچھے ہٹ رہے تھے اور میدان سے بھاگ رہے تھے مگر اب ان کے پابند ہو گئے ہیں۔ بعض بڑے عقائد میں سے جن پر مسلمانوں کے عملی اتحاد کی بنیاد سمجھی جاتی تھی خلافت کا مسئلہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انسانوں کا بنایا ہؤا خلیفہ بھی کیا ہے۔ آخر خود تُرکوں نے

جو خلافت کے محافظ سمجھے جاتے تھے اس کو توڑ دیا۔ تو عقائد کے میدان میں ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامل فتح حاصل ہو چکی ہے مگر عملی میدان میں احمدیوں کا وہ رُعب نہیں ہے اور مَیں نے اس پر متواتر خطبات پڑھے ہیں کہ دوست غور کریں کہ بات کیا ہے؟ پھر جلسہ سالانہ کی تقریروں میں بھی مَیں نے اس طرف توجّہ دلائی تھی اور بتایا تھا کہ جب تک ہم عملی قُربانیوں کے ذریعہ شریعت اسلامیہ کو قائم نہیں کرتے اُس وقت تک عملی میدان میں ہمارا رُعب قائم نہیں ہوسکتا۔ زبانی طور پر ہم اسلام کی کتنی خوبیاں بیان کیوں نہ کریں اگر ہم لڑکیوں کو ورثہ میں حصّہ نہ دیں تو لوگوں پر کیا اثر ہوسکتا ہے؟ وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ ان لوگوں کی زبانی باتیں ہیں۔ اسی طرح ہم کثرتِ ازدواج پر خواہ کتنی تقریریں کریں، قرآن وحدیث سے اسے ثابت کریں مگر جب لوگ دیکھیں کہ احمدی جب دوسری شادی کرتے ہیں تو دونوں بیویوں سے انصاف نہیں کرتے۔ ایک سے اچھا سلوک کرتے ہیں اور دوسری کو کالمعلّقہ چھوڑ دیتے ہیں تو یہ لازمی بات ہے کہ وہ کہیں گے کہ جب اس پر یہ خود عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو کیوں اس کی تلقین کرتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ عملی پہلو کی اہمیت کو جماعت نے ابھی سمجھا نہیں۔ اگر اسے سمجھتی تو جماعت یقیناً کئی گُنا زیادہ ترقی کر جاتی کیونکہ جب عملی خوبیاں اسلام کی لوگوں کو نظر آتیں تو یقیناً اس کی طرف ان کی رغبت بڑھ جاتی لیکن اب تو یہ حالت ہے کہ جماعت میں کسی اسلامی تحریک کا جاری کرنا آسان نہیں اور تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ بعض لوگ تو اس قدر ڈر جاتے ہیں کہ وہ مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ اسے جاری نہ کریں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اب تک جماعت میں کئی لوگ ایسے ہیں جن کی نظر ظاہری شان وشوکت سے پُر ہے۔ ان کے نزدیک یہ زیادہ بہتر ہے کہ جماعت میں ایک سَو دس لوگ شامل ہوں۔ خواہ ان میں سے زیادہ کمزور ہی ہوں۔ بجائے اس کے کہ پچاس مخلص ہوں اس لئے وہ ہمیشہ ایسی باتوں سے گریز کرتے ہیں جن سے ان کے خیال میں جماعت میں بعض لوگوں کے کم ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں پچاس مخلص زیادہ قیمتی ہیں ان ایک سَو دس کی نسبت جن میں سے ساٹھ غیر مخلص ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی بہت اچھی مثال دی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بات آپ کے سامنے پیش کی کہ آپ اپنی جماعت کو دوسروں سے کیوں ملنے کی اجازت نہیں دیتے۔ نمازیں

علیحدہ کرنے کا آپ نے حکم دے دیا ہے، رشتے ممنوع کر دیئے ہیں اس طرح تفرقہ پیدا ہوتا ہے جس سے کمزوری واقع ہوتی ہے۔ جب احمدی دوسرے لوگوں سے میل جول رکھیں گے تو جماعت ترقی کرے گی۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ لوگ اس نکتہ کونہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آسمان سے دودھ دے کر بھیجا ہے۔ دودھ میں تھوڑی سی بھی لسی ملا دی جائے تو دودھ پھٹ جاتا ہے اور آپ لوگ تو مجھے یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ تھوڑے دودھ میں بہت سی لسی مِلا دوں۔ مگر اس نکتہ کو بہت سے لوگ نہیں سمجھتے وہ خیال کرتے ہیں کہ پچاس مخلص تو موجود ہی ہیں اگر ساٹھ اور مل جائیں تو وہ خواہ غیر مخلص ہی ہوں بہرحال اس سے جماعت کا رُعب بڑھے گا اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ساٹھ غیر مخلصوں کے ملنے سے پچاس مخلصوں میں بھی کمزوری آ جائے گی اور ان کی وجہ سے ایسا ماحول پیدا ہو جائے گا کہ آئندہ نسلیں کمزور ہو جائیں گی۔ کئی لوگ اخلاص کے ایسے مقام پر ہوتے ہیں کہ ان کا کسی صورت میں گرنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ انہیں بے شک کہیں پھینک دو ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا وہ بالکل گناہ پروف ہوتے ہیں۔ جس طرح کپڑا واٹر پروف ہوتا ہے اور اس پر پانی اثر نہیں کرتا اِسی طرح بعض مومن گناہ پروف ہوتے ہیں ان کو خواہ گناہ کے سمندر میں پھینک دیا جائے وہ صاف کے صاف نکل آتے ہیں مگر کئی مخلص ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کو لمبے عرصہ تک غیر مخلصوں میں چھوڑ دیا جائے تو آہستہ آہستہ ان کا ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ وہ جب غیروں سے ملتے ہیں تو ان کا نفس ہوشیار ہوتا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم غیروں سے مل رہے ہیں لیکن جب جماعت کا کوئی غیر مخلص ملتا ہے تو وہ ہوشیار نہیں ہوتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ یہ اپنا ہے۔ اس لئے دل کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ آدمی جب پانی میں غوطہ لگانے لگتا ہے تو اپنا سانس روک لیتا ہے لیکن جو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اسے پانی میں پھینکا جانے لگا ہے مثلاً دشمن اسے پانی میں پھینکنے لگیں اور وہ سمجھے کہ مجھے ایک خالی گڑھے میں پھینک رہے ہیں تو اسے ضرور غوطہ آئے گا کیونکہ وہ مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اسی طرح بعض مخلص جب غیروں سے ملتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم گناہ کے سمندر میں غوطہ لگانے لگے ہیں اس لئے اپنا بچاؤ کر لیتے ہیں مگر جب ان لوگوں میں ملتے ہیں جن کو وہ اپنا سمجھتے ہیں تو اپنا ناک بند نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو غوطہ آ جاتا ہے، گناہ کا پانی ناک میں پہنچ جاتا ہے اور پھیپھڑوں کو خراب کر دیتا ہے۔

ترقیات کے دروازے ہمیشہ اللہ تعالیٰ عمل کے ذریعہ کھولتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴿۱۲۹﴾[1] یعنی جو لوگ متقی ہوتے ہیں اور احکامِ الٰہی کی بجاآوری پورے طور پر کرتے ہیں وہی ترقیات حاصل کر سکتے ہیں۔ عملی اچھا نمونہ بلکہ معمولی نمونہ بھی دوسروں پر بڑا رُعب قائم کر دیتا ہے۔ کانگرس کی طرف لوگوں کی رغبت قُربانیوں سے ہی ہوئی ہے۔ لوگوں میں کانگرس کو جو مقبولیت حاصل ہے وہ ان وعظوں کی وجہ سے نہیں جو گاندھی اور بوس کرتے ہیں بلکہ ان قُربانیوں کی وجہ سے ہے جو ان کے ماتحت ہزاروں لوگوں نے کیں۔ لوگ جب ان کی قُربانیوں کو دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہندوستانی ہیں اور ہم بھی۔ یہ لوگ مُلک کے لئے قید و بند کے مصائب جھیل رہے ہیں اس لئے ہمیں ان کی عزت کرنی چاہئے۔ جب انسان عملی قُربانی کرتا ہے تو دوسروں کے لئے اعلیٰ درجہ کا سبق اس میں ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا کسی نے آپ سے کہا کہ انہوں نے گاڑی کا ٹکٹ نہیں لیا تھا۔ جب مَیں نے تحریک کی کہ ٹکٹ ضرور لینا چاہئے تو انہوں نے کہا کہ سرکار کا مال کھانا جائز ہے۔ یہ جو کچھ ہے ہمارے ہی ٹیکسوں سے بنا ہے اور اس لحاظ سے ہمارا اپنا ہی ہے پھر ٹکٹ کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو نصیحت فرمائی کہ یہ درست نہیں اور ایک روپیہ دیا کہ واپس جائیں تو ٹکٹ لے کر جائیں مگر اب میرے پاس گزشتہ دنوں متواتر ایسی شکایات پہنچی ہیں کہ بعض احمدی بغیر ٹکٹ کے ریل میں سفر کرتے ہیں خصوصاً قادیان کے لوگ۔ ان میں سے بھی قادیان کے تاجر بِالخصوص ایسا کرتے ہیں۔ وہ اپنا مال بغیر محصول کے لے آتے ہیں اور پھر اس میں سے تھوڑی سی کوئی چیز ریلوے کے ملازم کو دے کر بچ جاتے ہیں۔ مثلاً سبزی لے آئے اور اس میں سے تھوڑی سی بابو کو دے دی اور اس طرح وہ سمجھتے ہیں کہ ہم حلال کھا رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ ڈالتے ہیں۔[2] اگر ان کا یہ رویّہ درست ہے تو پھر چور پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا کریں گزارہ نہیں ہوتا۔ چور بھی تو یہی کہتا ہے کہ گزارہ نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے گھروں میں اگر چوری ہو تو ان کے اصل کے مطابق وہ ضرور انصاف ہوگا کیونکہ وہ اپنے عمل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ

دوسرے کا مال لُوٹ لینا ناجائز نہیں۔ مجھے یاد ہے جب یہاں ریل جاری ہوئی تو جو سرکاری ملازم یہاں آتے تھے وہ ایک دو سال تک مجھے خاص طور پر ملنے آتے رہے۔ کیونکہ نیا نیا اثر تھا اور باوجودیکہ وہ سخت مخالف تھے۔ لاہور، امرتسر وغیرہ مقامات پر جا کر وہ اس بات کی تعریف کرتے تھے کہ ہزار ہا لوگوں میں سے ایک بھی بے ٹکٹ نہیں ہوتا۔ ایک کے متعلق مجھے یاد ہے وہ اب فوت ہو چُکا ہے اس نے مجھے چٹھی لکھی کہ فلاں شخص غیر احمدیوں سے مل کر احمدیت پر اعتراضات کرتا ہے۔ اس نے لکھا کہ مَیں تو اسے جانتا نہیں تھا کہ احمدی ہے۔ مَیں نے بعض لوگوں سے دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا کہ یہ احمدی ہے۔ وہ شخص پہلے سلسلہ کا مخالف تھا مگر جلسہ کے کام پر مقرر ہونے کی وجہ سے اس پر ایسا اثر ہؤا کہ ایک احمدی کے مُنہ سے اعتراض سُن کر اسے غیرت آ گئی اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ فلاں شخص جماعت کو بدنام کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جماعت کی عملی خوبیوں سے متاثر ہو گیا تھا حالانکہ ٹکٹ لے کر سفر کرنا کوئی خاص نیکی نہیں صرف بدی سے بچنا ہے۔ یہ نیکی ایسی ہی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ کسی شخص کے ہاں کوئی مہمان آیا اس نے اس کی بہت خاطر تواضع کی۔ کئی کھانے پکوائے اور خود اُٹھا اُٹھا کر لاتا اور اسے کھلاتا۔ نوکروں کو تاکید کی کہ اس کا خاص خیال رکھیں جب وہ اچھی طرح اس کی خدمت کر چُکا تو جیسا کہ ہمارے مُلک میں قاعدہ ہے کہ مہمان سے معذرت کرتے ہیں کہ اچھی طرح خدمت نہیں ہو سکی۔ کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو معاف کریں۔ بعض لوگ تو یہ بات تکلّف سے کہتے ہیں مگر بعض واقعی اخلاص سے کہتے ہیں۔ اس نے بھی اپنے مہمان سے یہ بات کہی تو مہمان نے کہا کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کھانا کھلا کر مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟ اس احسان کی حقیقت اس احسان کے مقابلہ میں کچھ نہیں جو مَیں نے آپ پر کیا ہے۔ میزبان شریف آدمی تھا اس نے کہا کہ مَیں تو پہلے ہی آپ سے شرمندہ ہوں لیکن اگر آپ بتا دیں کہ آپ کا کیا احسان ہے تو شکرگزاری کا احساس بڑھ جائے گا۔ مہمان نے کہا کہ آپ کا مکان اور ساز و سامان دس پندرہ ہزار کا ہو گا۔ جب آپ میرے لئے کھانا وغیرہ لانے کے لئے اندر جاتے تھے تو مَیں اگر اسے دیا سلائی لگا کر جلا دیتا تو آپ کیا کر سکتے تھے اور یہ میرا احسان ہے کہ مَیں نے آپ کا گھر بار جلا نہیں دیا۔ تو یہ ٹکٹ لے کر سفر کرنا کوئی نیکی نہیں۔ نیکی تو ایصالِ خیر کا نام ہے۔ شر سے بچنا تو

ادنیٰ درجہ کی بات ہے مگر ریل کے افسر اس ادنیٰ درجہ کی بات سے اس قدر متاثر تھے گو ان کی تعداد چار پانچ ہی تھی لیکن دوسرے لوگ بھی ان کی باتوں سے یہی اثر قبول کرتے ہوں گے کہ احمدی واقعی اچھے لوگ ہیں مگر اب بعض دکانداروں کے افعال کی وجہ سے یہ نیک نامی بھی جاتی رہے گی اور مَیں نے سُنا ہے کہ بعض لوگ ٹکٹ تک لے کر نہیں آتے۔ ایسی کارروائیاں جماعت کی بدنامی کا موجب ہیں اور مَیں ان لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں جنہوں نے ایسے افعال کئے کہ آئندہ پرہیز کریں اور گزشتہ کے لئے توبہ کریں۔ تھوڑا سا حرام مال تمام مالِ حلال کو خراب کر دیتا ہے خواہ آپ لوگ سال میں دوسَو دن تبلیغ کے لئے وقف کر دیں لیکن اگر ایسی باتوں سے پرہیز نہ کریں گے تو تمام کوششیں بے کار ہوں گی۔ قرآن کریم کا حُکم ہے کہ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا [۳] اگر رزق طیب نہ ہو تو عملِ صالح کی بھی توفیق نہیں ملتی۔ یہ ذلیل باتیں ہیں ان سے رزق نہیں بڑھتا۔ ہاں یہ ایمان کو ضرور بگاڑ دیتی ہیں۔ یہ ذرائع مال کمانے کے نہیں کروڑ پتی اور ارب پتی لوگ اس طرح مال جمع نہیں کرتے اور اگر یہ مال بڑھانے کے ذرائع ہوں بھی اور کوئی کہے کہ یہ جائز ہیں تو پھر چوری بھی جائز ہے۔ اگر بعض لوگ یہ کریں کہ ایسے شخص کے گھر سے مال نکال لائیں تو اسے اعتراض کا کوئی حق نہیں ہوگا اور اگر وہ قاضی کے سامنے مقدمہ لے جائے تو اسے یہی کہنا چاہئے کہ آپ نے دوسروں کا مال چُرایا اور دوسروں نے آپ کا چُرا لیا۔ مومن کو ہر موقع پر اچھا نمونہ دکھانا چاہئے تا دوسروں پر اثر ہو۔ اللہ تعالیٰ بھی انہی لوگوں کی مدد کرتا ہے جو جائز ذرائع اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ تم لوگوں پر احسان کرنے والے بنو تو مَیں تم سے محبت کروں گا۔ چاہئے کہ لوگوں پر تمہارا احسان ہو۔ یہ کتنا ظلم ہوگا کہ ایک احمدی خدا تعالیٰ سے محبت کی تو اُمید رکھتا ہو اور ایسی جماعت میں داخل ہو جس میں داخل ہونے سے دُکھ اور تکالیف بڑھتی ہیں مگر عمل یہ ہو کہ اس رسّی کو چھوڑ کر جس سے خدا ملتا ہے دوسری طرف لگ جائے۔ اس قسم کے اخلاق نہایت ادنیٰ ہوتے ہیں اور کفار میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئی بار سُنا ہے کہ ایک انگریز بیرسٹر راٹیکین نام تھا اسے اگر کسی مقدمہ کے دوران میں بحث کرتے کرتے بھی یہ ثابت ہو جاتا کہ جس کا کیس وہ ثابت کر رہا ہے

وہ جھوٹا ہے تو اُسی وقت عدالت سے چلا آتا اور اپنے مؤکّل سے کہتا کہ آ کر اپنی فیس لے جانا۔ یہ کوئی نیکی نہ تھی بلکہ انسانیت کا یہ تقاضا تھا جو ایک بندے کو خدا ماننے والے سے ظاہر ہوتا تھا مگر اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ زمانہ کے مامور پر ایمان لانے والوں کے اخلاق کتنے بُلند ہونے چاہئیں۔ یہ کس قدر معیوب بات ہے کہ ایک شخص ایک من ترکاری بٹالہ سے لے آئے حالانکہ اس کی اجازت نہ ہو اور پھر بابو کو کچھ دے کر محصول کی ادائیگی سے بچ جائے۔ ایسا شخص ترکاری تو بے شک بٹالہ سے لے آیا اور محصول کے پیسے بھی بچا لایا مگر ایمان بٹالہ میں ہی چھوڑ آیا۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ان باتوں کو چھوڑ دیا جائے۔ ایسا کرنے والے آخر اس طرح کتنا مال کما لیتے ہیں۔ اس طرح مال نہیں مِلا کرتا اللہ تعالیٰ جب کسی کو مال دینا چاہتا ہے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا خواہ وہ دیانتداری کے معیار کتنے سخت کیوں نہ کر دے۔ خدا تعالیٰ کسی نہ کسی طرح اسے دینے کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ نکال ہی لیتا ہے اور جب وہ نہ دینا چاہے تو اس طرح کمایا ہوا مال کسی نہ کسی طرح نکل جاتا ہے۔ ایسے لوگوں میں سے کئی جماعت سے بھی نکل جاتے ہیں اور پھر شکایت کرتے ہیں کہ ہمارا بائیکاٹ کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کا بائیکاٹ کون کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے سزا ہوتی ہے۔ ان کے مرض کو کس نے ظاہر کیا۔ خدا تعالیٰ ہی ایسا کرسکتا ہے۔ ایسا کھایا ہوا مال ہی ان کو جماعت سے نکلوا دیتا ہے۔ پھر کئی ایک کے چوریاں ہو جاتی ہیں، کئی ایک کا بیماریوں سے نقصان ہو جاتا ہے۔ دو چار بچے ٹائیفائڈ سے بیمار ہو جائیں تو سارا حرام ذرائع سے کمایا ہوا روپیہ نکل جاتا ہے۔ ڈاکٹروں کی فیسیں، دوائیوں کی قیمت کپڑے وغیرہ بنوانے اور صفائی کرنے کے اخراجات کرنے پڑتے ہیں۔ پس انسان کو سوچنا چاہئے کہ جہاں آمد کے ذرائع ہیں وہاں خدا تعالیٰ نے مال کے اخراج کے ذرائع بھی رکھے ہیں اگر کسی شخص کا مال حلال ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خرچ بھی جائز ذرائع سے کراتا ہے مگر جو حرام مال کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خرچ بھی ایسے ذرائع سے کرا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اخراج کے بھی دو سوراخ رکھے ہیں۔ ایک جائز اخراجات کا اور دوسرا اس کے گناہ کے کفارہ کا۔ پھر مَیں کہتا ہوں اس طرح دولت بھی مل جاتی ہو۔ فرض کرو کوئی شخص اس طرح راک فیلر بن جائے جو دُنیا کا امیر ترین آدمی ہے، فورڈ موٹروں والا فورڈ بن جائے، مارگن بن جائے مگر اللہ تعالیٰ

اس پر ناراض ہو جائے تو اس دولت کا کیا فائدہ؟ جب وہ خدا کے سامنے پیش ہو اور خدا تعالیٰ فرشتوں سے کہے کہ اسے میرے سامنے سے لے جاؤ اس نظارہ کا تصوّر کرو اور پھر سوچو کہ اس طرح کی دولت کس کام آ سکتی ہے؟ اسی طرح مجھے ایسی شکائتیں بھی آتی رہتی ہیں کہ بعض لوگ روپیہ لے کر دیتے نہیں۔ خصوصاً دکانداروں میں یہ مرض ہے۔ بعض تجارت کے نام پر روپیہ لیتے ہیں اور پھر دیتے نہیں، کھا جاتے ہیں اور بہانے بناتے ہیں۔

مَیں نے پہلے بھی توجّہ دلائی ہے کہ قادیان کے تاجروں کو اپنی ایک کمیٹی بنانی چاہئے جو ان باتوں کی نگرانی کرے مگر افسوس ہے کہ نہ تو اس طرف تاجروں نے توجّہ کی ہے اور نہ امورِ عامہ نے۔ اگر ہمارے تاجر اپنے اخلاق درست کر لیں، سچائی اور دیانتداری سے کام کریں تو وہ بڑے بڑے مبلّغوں سے زیادہ کام کر سکتے ہیں اور اس سے ان کی عقل بھی تیز ہو کر ان کی آمد زیادہ ہو سکتی ہے۔ ناجائز ذرائع اختیار کرنے والے کی عقل کبھی تیز نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تو سمجھتا ہے کہ مَیں جھوٹ سے فائدہ حاصل کر لوں گا لیکن جس نے جھوٹ نہیں بولنا ہوتا وہ سوچتا ہے کہ کس طرح مَیں جائز ذرائع سے نفع حاصل کر سکتا ہوں اور اس طرح اس کی عقل تیز ہوتی ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہمارے ہاں کوئی تقریب تھی۔ غالباً لڑکے کا نکاح تھا مَیں نے یہاں سے چھوہاروں کا پتہ کرایا تو معلوم ہوا کہ چھ سیر روپیہ کے لیں گے۔ مَیں نے دو تین واقفوں سے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ بٹالہ میں سولہ سیر ملتے ہیں۔ مَیں حیران تھا کہ اتنا فرق کس طرح ہو سکتا ہے؟ جس شخص نے خبر دی اُسے بُلا کر دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ بارہ سے سولہ سیر تک ضرور مل جائیں گے اور یہاں کا ریٹ اس لئے گراں ہے کہ یہاں کے تاجر محنت نہیں کرتے۔ شہروں میں کسٹم کی حدود سے باہر بعض بڑی بڑی دکانیں ہیں جہاں سے چیزیں سستی مل جاتی ہیں مگر ہمارے دکاندار محنت نہیں کرتے۔ شہر سے ہی سودا لے آتے ہیں۔ مَیں نے اسی دوست کو بھجوا دیا اور وہ واقع میں گیارہ یا بارہ سیر چھوہارے ایک روپیہ میں لے آئے۔ تو جو تاجر جھوٹ کا عادی ہو جائے اُس کی عقل تیز نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ صرف چالاکی کے زور سے نفع کمانا چاہتا ہے۔ جائز ذرائع سوچنے اور تلاش کرنے کا اسے خیال بھی نہیں آتا ورنہ منڈیوں میں اتنے اتنے فرق ہوتے ہیں کہ جن کا حساب نہیں۔ ایک مُلک کی بنی ہوئی چیز سستی ہوتی ہے اور وہی دوسرے کی

بنی ہوئی مہنگی ، ایک کی کمزور اور دوسرے کی مضبوط ہوتی ہے۔ جو لوگ بھیڑ چال کے عادی ہوتے ہیں وہ محنت نہیں کرتے اور تلاش کر کے نہیں خریدتے بلکہ مہنگی لے آتے ہیں اور پھر مہنگی ہی فروخت کرتے ہیں۔ دکاندار بڑی بڑی قسمیں کھاتے ہیں کہ یہ چیز اتنی ہی قیمت کی ہے اور وہ اس پر اعتبار کر کے خرید لاتے ہیں۔ مَیں نے سُنا ہؤا تھا کہ بمبئی میں بعض ہوشیار لوگ معمولی قلم آٹھ آٹھ دس دس روپیہ کو فروخت کر دیتے ہیں اور ایک دفعہ مجھے بھی اس کا تجربہ ہو گیا۔ مَیں بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے اسی طرح آنوں بہانوں سے میرے پاس ایک قلم بیچنا چاہا۔ اس نے بتایا کہ یہ دس روپیہ کا ہے۔ ضرورت کی وجہ سے فروخت کرتا ہوں۔ آپ پانچ روپیہ میں لے لیں۔ مَیں نے انکار کیا تو اُس نے کہا چار میں لے لیں اور پھر آٹھ آنہ تک پہنچ گیا تو بعض دوکاندار قسمیں کھا کر چیز مہنگی فروخت کر دیتے ہیں ہمارے تاجر اُن کی قسموں پر اعتبار کر کے لے آتے ہیں اور پھر حرام ذرائع سے اسے سستا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا مقابلہ کر سکیں۔ ٹکٹ کلکٹروں سے یارانہ گانٹھ لیتے ہیں یا ان کو کچھ دے دیتے ہیں اور اس طرح مہنگی خریدی ہوئی چیز کی قیمت کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم جب ولایت سے واپس آنے لگے تو ایک دن اہل و عیال کے لئے بعض تحائف وغیرہ خریدنے کے لئے مقرر کیا۔ مَیں بھی بعض چیزیں تلاش کر کے خرید لایا۔ ایک چیز مَیں دو، چار روپے میں لایا۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ واپسی پر دوستوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ کہاں سے خریدی ہیں۔ مَیں نے کہا کہ کہیں سے تلاش کر کے لایا ہوں۔ آپ بھی لے آئیں مَیں نے تو مذاقاً یہ بات کہی تھی مگر دوستوں نے خیال کیا شاید یہ بتانا نہیں چاہتے اور بغیر علم حاصل کئے سودا خریدنے چلے گئے اور شام کو واپس آئے تو بتایا کہ وہ چیز کوئی دکاندار دس روپے سے کم میں نہیں دیتا۔ اس لئے وہ نہیں لائے۔ مجھے وہ چھ شلنگ میں ملی تھی مگر ان کو سولہ شلنگ میں ملتی تھی حالانکہ چیز ایک ہی تھی۔ درد صاحب نے وہاں رہنا تھا اس لئے ان کے کپڑوں کی ضرورت تھی۔ مَیں نے مختلف فرموں سے خط و کتابت کر کے ایک جگہ سے ان کو کپڑے بنوا دیئے۔ بعد میں ان کو وہ ایڈریس بھول گیا۔ اُنہوں نے مجھے لکھا کہ اتنا سستا کپڑا اور کہیں تیار نہیں ہوتا وہی ایڈریس آپ کو یاد ہو تو بتائیں۔ جو لوگ وہاں چار چار پانچ پانچ سال سے رہتے تھے انہوں نے بھی کہا کہ اتنی سستی چیزیں

کہیں سے نہیں ملتیں جتنی آپ خرید لاتے ہیں۔ایک دوست نے ایک دفعہ مجھے سنایا کہ ہم سالہا سال سے تجارت کرتے تھے اور ولایت سے مال منگواتے تھے۔ایک دفعہ میرا بمبئی جانا ہؤا تو معلوم ہؤا کہ وہ چیز بمبئی میں ولایت سے سستی بکتی تھی۔تو ہمارے دکانداروں کو یہ نہیں کرنا چاہئے کہ ایک ہی دکان سے چیز خرید لائیں بلکہ محنت کر کے اور پھر کر خریدنی چاہئے۔پھر انہیں حرام ذرائع سے اسے سستا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کبھی ایک ہی دکان پر انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ایک ہی دکان پر سب چیزیں سستی کبھی نہیں ہوسکتیں۔اگر دس سستی ہوں گی تو ایک ضرور مہنگی ہوگی۔اس لئے ہمیشہ پھر کر تحقیقات کرنی چاہئے۔اس سے ذرائع حصول بڑھتے ہیں۔یہ ذرائع حلال ہیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کوئی کام کرنے لگو تو پہلے استخارہ کرلو۔[4] حضرت خلیفہ اوّل سُنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک دوست کوئی سودا کرنے لگے تو آپ نے انہیں نصیحت کی کہ استخارہ کرلیں۔وہ لاکھوں کا سودا تھا اُس دوست نے کہا کہ اس میں ہزاروں کا فائدہ ہونا یقینی ہے۔آپ نے فرمایا کہ استخارہ کرلو مگر اُس نے کہا کہ کیا ضرورت ہے؟ اس میں فائدہ یقینی ہے مگر پھر آپ کے فرمانے پر استخارہ کیا۔جب موقع پر پہنچے تو وہاں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور سودا نہ ہوسکا۔بعد میں معلوم ہؤا کہ اس چیز کا نرخ اتنا گر چُکا تھا کہ ان کو ہزاروں کا نقصان ہوتا۔تو نفع بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ہی ہوسکتا ہے اور نفع خواہ زیادہ ہو یا کم،ضروری چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے جو حلال مال میں ہی ہوسکتی ہے۔

پس مَیں پھر توجّہ دلاتا ہوں کہ ہمارے تاجر اپنی کمیٹی بنائیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ ایسی خرابیاں پیدا نہ ہوں۔مَیں نے سُنا ہے بعض لوگ اس طرح یہاں ترکاریاں لائے تو دوسروں نے کہا کہ ہم بھی اس طرح کریں اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔اسٹیشن والوں کو کیا ہے ان کا تو فائدہ ہی ہے۔جس مال پر ریلوے کو دس روپے محصول ملنا ہے اس پر اگر ان کو کوئی چار آنے بھی دے دے تو ان کا کیا نقصان ہے؟ مگر اس سے جماعت کی بدنامی ہوتی ہے۔تاجروں کی کمیٹی کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔انہیں جلسے کر کے دکانداروں کو بتانا چاہئے کہ بددیانتی بُری چیز ہے اور دوسرے دوستوں کو تحریک کرنی چاہئے کہ اگر کسی دکاندار میں کوئی کمزوری نظر آئے تو اس کمیٹی کو اطلاع دیں۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آہستہ آہستہ ہم اس کمیٹی کو یہ اختیار دے دیں

کہ جو دکاندار اس کا ممبر نہ ہو اس سے سودا نہ لیا جائے مگر یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم دیکھیں کہ وہ دکانداروں کی ایمانی اَور اخلاقی حفاظت کرتے ہیں اور خواہ مخواہ ظلم نہیں کرتے۔ اس صورت میں وہ کمیٹی ہمارا ہاتھ ہوگی اور اسے ہم اختیارات دے سکیں گے اور جن دکانداروں پر وہ جُرم ثابت کریں گے ان سے قطع تعلق کریں گے۔ یورپ بالخصوص انگلستان میں ایسی کمیٹیوں کے بہت فوائد ہیں۔ میڈیکل رجسٹریشن کرنے والی کمیٹی کوئی سرکاری ادارہ نہیں مگر جب وہ دیکھے کہ کوئی ڈاکٹر بددیانتی کرتا ہے تو وہ اس کا نام اپنے رجسٹر سے کاٹ دیتی ہے اور گورنمنٹ بھی ایسے شخص کو پریکٹس کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ ہم بھی اپنی کمیٹی کی جن کاموں میں اخلاق اور تجارتی ترقی کے لئے ضرورت ہوگی مدد سے دریغ نہیں کریں گے۔ اس کمیٹی کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ یہ پابندی جو اس وقت ہے کہ ہندوؤں سے سودا نہ خریدا جائے مَیں اسے دُور کرنے والا ہوں۔ جس وقت یہ لگائی گئی تھی چاہے، کسی وجہ سے لگائی تھی اس وقت خاص حالات تھے۔ ہم اپنے ہمسایوں سے ہمیشہ اس قسم کا سلوک روا نہیں رکھ سکتے اِس لئے مَیں اب اسے زیادہ دیر تک قائم رکھنا نہیں چاہتا اور مَیں جانتا ہوں کہ جس وقت اسے دور کیا گیا یکدم احمدیوں کی تجارت گرے گی اور اُس وقت بھی اپنے تاجروں کے حقوق کی حفاظت کے لئے اس کمیٹی کی ضرورت پیدا ہوگی۔ جس وقت یہ پابندی لگائی گئی تھی یہاں غالباً صرف ایک احمدی یعنی سیّد احمد نور صاحب کی دکان تھی یا شاید کرم الٰہی صاحب کھارے والے کی بھی دکان کھل چکی تھی۔ یہ بہرحال ایک یا دو دکانیں جو تھیں وہ بھی معمولی حیثیت کی تھیں مگر اب بیسیوں ہیں اور بعض ایسی تجارت کر رہے ہیں کہ ہندوؤں کا مقابلہ کرتے ہیں لیکن جب یہ پابندی اُٹھائی گئی تو ضرور احمدیوں کی تجارت پر اس کا اثر پڑے گا کیونکہ تمام احمدی ایسے غیرت مند نہیں کہ اس وقت بھی احمدیوں سے سودا خریدنا ضروری سمجھیں۔ بعض تو ایسے ہیں کہ انہیں خواہ ایک دمڑی کا فائدہ ہو اور میل چل کر جانا پڑے تو ہندو سے ہی خریدیں گے اور پھر محلّہ میں شور مچاتے پھریں گے کہ دیکھو احمدی کتنے گراں فروش ہیں۔ اس موقع پر احمدیوں کی چلتی ہوئی تجارتیں گریں گی اور ممکن ہے بعض کو سینکڑوں ہزاروں کا نقصان ہو مگر اس پابندی کا دیر تک جاری رکھنا مناسب نہیں اس لئے تاجروں کو بھی چاہئے کہ اپنے حقوق کی حفاظت کا انتظام کریں۔ اپنے گاہکوں اور محلّہ والوں

سے اچھے تعلّقات رکھیں تا وہ خود بخود ان سے سودا خریدنا ضروری سمجھیں۔ ہندو مسلمانوں کے ہاتھ کا نہیں کھاتے مگر اس کی وجہ سے کوئی ان پر اعتراض نہیں کرتا لیکن ہمارے فیصلہ پر اعتراضات ہوتے ہیں کیونکہ ہمارا فیصلہ جماعتی رنگ رکھتا ہے۔ اگر یہی کام افراد اپنے طور پر کریں تو ان پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا۔ بہرحال اب مَیں عنقریب اس پابندی کو دُور کرنے والا ہوں اور اس وجہ سے بھی تاجروں کی ایک کمیٹی کا قیام ضروری ہے اور اگر وہ ان ہدایات پر عمل کریں جو مَیں نے بیان کی ہیں تو کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کرسکے گی۔ دیانتداری سے ان کا کاروبار ترقی کرے گا۔ ان کی عقلیں تیز ہوں گی اور پھر خدا تعالیٰ کی نصرت ان کے ساتھ ہوگی کیونکہ جو شخص دیانتدار ہو اللہ تعالیٰ اس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا۔'' (الفضل ۱۵؍ اگست ۱۹۳۹ء)

---

۱ النحل: ۱۲۹

۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۵﴾ (البقرة: ۱۷۵)

۳ المومنون: ۵۲

۴ الصحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدّعاء عند الاستخارة